روایت اور جدیدیت کی کشمکش [پہلی قسط]

مغرب و مشرق کے عروج و زوال کے فلسفے کی راکھ سے اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی مسلم جدیدیت کا آغاز ہوا مسلم جدیدیت کے نقطۂ نظر کے پس پشت خلافت ارضی کے زوال کا زیرلب مرثیہ ہے۔ زوال کی موجِ خوں سر سے گزر گئی اور مسلمان قوت، طاقت اور حاکمیت سے محروم کر دیے گئے لہٰذا عروج کے لیے طاقت، علم، قوت، سائنس مغرب کا طریقہ علم و زندگی مغربی آدرش، اقتدار اور استخلاف فی الارض ہی اصل اہداف ٹھہرے۔ حیرت انگیز طور پر تمام قوم پرست، بنیاد پرست، احیائی تحریکوں، جدیدیت پسند طبقات اور روایت پسند مفکرین کے یہاں عروج اور اقتدار کی زیریں لہریں مشترک ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کا زوال اس وجہ سے ہوا کہ وہ علم و ہنر اور فنون میں اور تسخیر کائنات میں پیچھے رہ گئے۔ مغرب نے ان میدانوں میں سبقت حاصل کی۔ عروج و زوال سے متعلق گزشتہ دو سو برس کے تجزیوں میں متفقہ تجزیہ یہی ہے کہ جدید علوم کے ذریعے ہی اسلام کا غلبہ قائم ہوگا، اس کے سوا کامیابی اور کامرانی کا کوئی راستہ نہیں ہے، یہ رویہ خالصتاً غلامانہ سوچ کا آئینہ دار ہے۔ غلبے کی تشخیص اور تجزیے میں تبلیغ اور دعوت دین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے اندلس میں زبردست مادّی ترقی کی لیکن روحانی طور پر وہ غیر مسلموں کو متاثر نہ کر سکے لہٰذا ہمیشہ اقلیت میں رہے۔ اندلس یورپ میں اسلام کی اشاعت نہ کر سکا۔ اندلس کی مادی ترقی، سائنس، فلسفہ، فن تعمیرات کا تاریخ میں ذکر ضرور ہے لیکن یہ مادیت یورپ میں اسلام کے اثر و نفوذ کے لیے کوئی کردار ادا نہ کر سکی۔ ایمان ایک قلبی کیفیت ہے جو روحانی واردات سے متاثر ہوتی ہے۔ مادی مظاہر سے دنیا کی تاریخ میں آج تک کسی کو ایمان و عقیدے کی دولت نصیب نہیں ہوئی۔ اس لیے آثار قدیمہ، تعمیرات، تہذیب و تمدن سے متعلق کتابوں میں اندلس اور ہندوستان کا بہت ذکر ملتا ہے۔ مدینۃ النبیؐ کا کوئی ذکر نہیں ملتا جب کہ روحانیت کا اصل سرچشمہ آج بھی مدینۃ النبیؐ ہے۔

عالم اسلام میں ان جدیدیت پسند مسلم علماء، مفکرین اور حکمرانوں کا جامع تذکرہ ابھی تک مرتب نہیں کیا گیا جنھوں نے امت مسلمہ میں جدیدیت کے فروغ کے لیے بنیادی نوعیت کا کام انجام دیا۔ لیکن ہم کوشش کریں گے کہ امت مسلمہ کے جدیدیت پسند مفکرین و حکمرانوں کی ایک اجمالی فہرست پیش کریں۔